OPEN ACCESS
Al-Idrak *Research Journal*
Vol: 1, No 1, Jan-Jun, 2025
ISSN (Online): 2789-3227
ISSN (Print): 2789-3235
www.alidrakresearchjournal.c

اسلام وہندومت کانظام الاسرہ: ازدواجی غایات کا اختصاصی وتجزیاتی مطالعہ

Islamic and Hindu Family Systems A Specific and Analytical Study of Marital Objectives

Afshan Mubeen
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Superior University Lahore.

Abstract

This study presents a comparative analysis of the marital objectives in Islamic and Hindu family systems, focusing on their philosophical, spiritual, and social dimensions. It explores the foundational principles, ethical frameworks, and cultural contexts shaping marital roles and expectations in both traditions. The Islamic perspective emphasizes marriage as a sacred covenant designed to establish mutual rights, promote social harmony, and fulfill spiritual growth. Key concepts such as tranquility (sukoon), compassion (rahmah), and mutual responsibility are highlighted.In contrast, the Hindu family system incorporates diverse traditions rooted in the Dharmic worldview, underscoring marriage as a sacred sacrament (samskara) that upholds dharma (righteousness), artha (prosperity), kama (desires), and moksha (liberation). This paper examines the ritualistic, duty-bound, and spiritual nuances that define Hindu marital objectives.By comparing these two systems, the research identifies points of convergence, such as the prioritization of family stability and spiritual elevation, while also addressing divergences, particularly in gender roles, individual autonomy, and societal expectations. This comparative and analytical approach fosters a deeper understanding of the intricate ways in which these religious traditions shape family structures and marital dynamics. The study contributes to the discourse on interfaith understanding, offering insights into the shared human values underpinning diverse marital systems.

***Keywords**: Islamic family system, Hindu family system, marital objectives, interfaith comparison, sacred covenant, Dharmic worldview, spiritual growth, social harmony.*

تعارفِ موضوع

عائلی زندگی کسی بھی معاشرتی ڈھانچے کی بنیادی اکائی ہوتی ہے، جس کا مقصد انسان کی انفرادی، معاشرتی اور روحانی ضروریات کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ اسلام اور ہندومت، دنیا کے دو بڑے مذاہب، اپنے عائلی نظام اور ازدواجی غایات کے حوالے سے منفرد تصورات اور اصول پیش کرتے ہیں۔ اسلامی عائلی نظام میں نکاح کو ایک مقدس معاہدہ قرار دیا گیا ہے، جس کا مقصد شوہر اور بیوی کے درمیان محبت، سکون اور رحمت پیدا کرنا ہے۔ اس نظام میں ازدواجی حقوق اور فرائض کا تعین واضح طور پر کیا گیا ہے، تاکہ خاندانی زندگی خوشحال اور متوازن ہو۔ دوسری طرف، ہندومت میں شادی کو ایک مذہبی رسم (سنسیار) کی حیثیت حاصل ہے، جسے نہ صرف دو افراد بلکہ دو خاندانوں کے درمیان ایک مقدس اتحاد سمجھا جاتا ہے۔ ہندو عائلی نظام میں شادی کا مقصد نہ صرف خاندان کی بقاہے بلکہ دھرم، ارتھ، کام اور موکش جیسے روحانی و معاشرتی مقاصد کا حصول بھی ہے۔ یہ

Copyright: © The Authors.
This is an open access work licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).

مطالعہ ان دونوں عائلی نظاموں کے ازدواجی غایات کو تجزیاتی اور تقابلی انداز میں پیش کرتا ہے، تاکہ ان کی مشترکہ اقدار اور فرق کو واضح کیا جا سکے۔ یہ تحقیق دونوں مذاہب کے عائلی ڈھانچے اور ثقافتی روایات کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوگی، اور بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لیے ایک نئی راہ ہموار کرے گی۔

اسلام میں نکاح کی غرض وغایت اور اہمیت

اسلام میں عورت انسانی معاشرہ کی اکائی یعنی خاندان کا لازمی اور ناگزیر جزو ہے۔ ایک خاندان کے اجزائے ترکیبی میں ایک مرد ایک عورت اور ان کے بچے ہیں۔ خاندان کی تشکیل کے لئے مرد و عورت کا باہمی تعلق ضروری ہے اس تعلق کے لئے اسلام نے مرد و عورت کے مابین نکاح کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ نکاح نسل انسانی کی بقاء اور معاشرے کے قیام واستحکام کے لئے ایک ضروری عنصر ہے۔

ابوریحان البیرونی کے بقول، کوئی قوم ازدواج کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس سے شہوانیت، جس کو ہر مہذب ذہن برا سمجھتا ہے بے لگام ہونے سے رک جاتی ہے اور ان وجوہات کا انسداد ہو جاتا ہے جو حیوانات کو ایسا مشتعل کر دیتے ہیں جن سے ان کو نقصان پہنچتا۔ ہے۔ اگر آپ ان جانوروں پر غور کریں جو جوڑے کی شکل میں رہتے ہیں اور دیکھیں کہ اس جوڑے کا ہر فرد کس طرح دوسرے کی مدد کرتا ہے اور جوڑا بن کر رہنے کی وجہ سے یہ کس طرح دوسرے جانوروں کی شہوت سے محفوظ رہتے ہیں تو آپ بلا تامل یہ کہہ اٹھیں گے کہ ازدواج ایک ضروری ادارہ ہے اور زنا ایک ایسا شرمناک عمل ہے جو انسان کو جانوروں کی سطح سے بھی نیچے گرا دیتا ہے حالانکہ حیوانات کا درجہ انسان سے بہت نیچے ہے۔[1]

عربی اور اردو دونوں زبانوں میں نکاح کا لفظ رائج ہے۔ اردو میں نکاح کے مترادف الفاظ شادی بیاہ بھی رائج ہیں۔ انگریزی زبان میں اس کے لئے MARRIAGE کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

لغت کی رو سے اس کے معنی "ولی" (یعنی مباشرت یا جماع) اور باہم ملنے کے ہیں۔ چنانچہ درخت کی شاخیں جب ایک دوسرے سے مل جائیں اور وہ باہم پیوست ہو جائیں تو کہا جاتا ہے تاکحت الاشجار (یعنی درختوں کا ہجوم ہو گیا یا درخت گڈ مڈ ہو گئے) اور اس کا اطلاق بطور مجاز (مرسل) کے عقد (نکاح) پر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ سبب ہے مباشرت کا۔[2]

القاموس الفقھی لغۃ واصطلاحا میں لغوی معنی اس طرح درج ہیں.

لغت کی رو سے نکاح سے مراد اشیاء کو جمع کرنا ہے۔ ایک شے کے دوسری میں پیوست ہونے یا جذب ہو جانے پر نکاح کا لفظ بولا جاتا ہے۔[3]

"المنجد میں نکاح کے لغوی معنی کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

نکح نکحا و نکاحا باب فتح و ضرب نکح المرأة نکحت المرأة، نکح المطر الارض، نکح الدواء فلانا، نکح النعاس عینه، انکحة المرأة، تناکحوا، تناکحت الاشجار، استنکح الرجل المرأة، استنکح النوم عیونهم

عورت سے نکاح کرنا، عورت کا نکاح کرنا شادی کرنا بارش ملی میں جذب ہو گئی، دوا کا کسی میں اثر کرنا، نیند کا آنکھوں پر غالب آنا، عورت سے شادی کرانا، ایک دوسرے سے شادی کرنا، درختوں کا آپس میں مل جانا، مرد کا عورت کو نکاح میں لانا، نیند کا آنکھوں پر غالب آنا۔[4]

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں۔ دوسرے معنی اصولی ہیں جسے شرعی معنی بھی کہتے ہیں۔ اس بارے میں علماء کے تعین مختلف اقوال ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ نکاح کے معنی بالکل لغوی معنی کی طرح مباشرت کے اور مجازی معنی عقد نکاح کے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ معنی لغوی سابقہ کے برعکس نکاح کے حقیقی معنی "عقد" کے ہیں اور مجازی معنی "ولی" کے ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں یہ لفظ زیادہ تر عقد کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ لفظ نکاح عقد اور ولی دونوں معنوں میں مشترک ہے۔

دراصل اقوال ثلاثہ میں سے یہی قول سب سے زیادہ قوی ہے۔[5]

دائرہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار نکاح کے شرعی معنی اس طرح بیان کرتا ہے.: ایک ایسا شرعی معاہدہ جس کے ذریعے مرد وعورت کے درمیان جنسی تعلق جائز اور اولاد کا نسب صحیح ہو جاتا ہے اور زوجین کے درمیان دیوانی حقوق و فرائض پیدا ہو جاتے ہیں۔[6]

نکاح کے تیسرے معنی فقہی ہیں۔ جس کی تعبیر فقہاء نے مختلف عبارتوں سے کی ہے۔ لیکن سب کا مفہوم ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ عقد نکاح شارع نے اس لئے رکھا ہے کہ اس سے خاوند اپنی بیوی کے تمام جسم سے محفوظ ہو سکے۔[7]

علامہ جزیری نے کتاب الفقہ میں حنفی مالکی اور شافعی فقہاء سے نکاح کی جو تعریفیں منقول ہیں انکو بیان کیا ہے۔ حنفیہ میں سے بعض اصحاب نے نکاح کی یہ تعریف کی ہے کہ نکاح ایک معاملہ ہے جو اس ارادہ سے کیا جائے کہ ایک شخص ملک متعہ کا مالک ہو جائے۔ شافعیہ میں سے بعض اصحاب نے نکاح کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ ایک معاملہ ہے جس میں نکاح یا تزویج یا اس کے ہم معنی لفظ استعمال کیا جاتا ہے تا کہ اس سے مباشرت کی ملکیت حاصل ہو اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص لذت معلومہ سے تمتع کا مالک ہو جائے۔

مالکیہ نکاح کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ نکاح محض جنسی لذت (یا عورت سے مباشرت) کے لئے ایک معاملہ ہے جو حصول لذت سے پہلے گواہوں کی موجودگی میں کیا جاتا ہے۔[8] مظاہر حق میں نکاح کی فقہی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

علماء فقہ کی اصطلاح میں نکاح اس خاص عقد و معاہدہ کو کہتے ہیں جو مرد وعورت کے درمیان ہوتا ہے اور جس سے دونوں کے درمیان زوجیت کا تعلق پیدا ہوتا ہے۔[9]

هو عقد موضوع لملك المتعة اى حل استمتاع الرجل من المرأة ۔10

الدر المختار میں نکاح کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے

هو عقد يفيد ملك المتعة اى حل استمتاع الرجل من المرأة . لم يمنع من نكاحها مانع شرعی ۔11

مولانا مجاہد الاسلام لکھتے ہیں۔

نکاح مرد وعورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے جس کے نتیجے میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعا ثابت ہو جاتا ہے اور باہم حقوق و فرائض عائد ہو جاتے ہیں۔[12]

ڈاکٹر تنزیل الرحمن نکاح کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے جس کے ذریعے مرد وعورت کے درمیان جنسی تعلق جائز اور اولاد کا نسب صحیح ہو جاتا ہے اور زوجین کے درمیان دیوانی حقوق و فرائض پیدا ہو جاتے ہیں۔[13]

5 انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز اینڈ اتھکس کا مقالہ نگار MARRIAGE کے تحت لکھتا ہے

"Marriage has two main functions.It is the means adopted by human society for regulating the relations between the sexes and itsfurnishes the mechanism by means of which the relations of a child to the community is determined".[14]

ابتدائے انسانیت اور نکاح کی مسلمہ اہمیت

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نکاح یا شادی بیاہ کا یہ ازدواجی تعلق اتناہی قدیم ہے جتنا انسان قدیم ہے۔ نسل انسانی کا پہلا شخص بھی اس ازدواجی تعلق سے سرشار تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ نے حضرت آدم اور حضرت حواء کو پیدا کرنے کے بعد ان کے نکاح کا بندوبست بھی کیا اور فرمایا کہ مرد اور عورت کے تعلق کے لئے شادی یعنی نکاح کا ہو نا لازمی ہے اس کے بغیر ایک مرد و عورت کا تعلق ناجائز ہے۔ انعام الرحمن سحری اپنی کتاب "شادی ایک مکمل مطالعہ میں نسل انسانی کے پہلے نکاح یعنی حضرت آدم اور حواء کے نکاح کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں یہ حضرت حوا کی تخلیق کا لحہ تھا جب اللہ تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدم کی بائیں پسلی کے اندر سے انہیں پیدا کیا تھا۔

حضرت آدم نے بیدار ہو کر اپنے سامنے دیکھا تو تخت زریں پر ایک پیکر حسن جمال پایا۔ وہ وارنگی میں دیکھتے رہ گئے۔ پھر بے قرار ہو کر تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔ تب بارگاہ الہی سے صدا آئی اے آدم خبر دار ! نکاح کے بغیر تو اس کے قریب مت جانا۔ حضرت آدم نے اللہ تعالی سے درخواست کی کہ ان کا نکاح پڑھایا جائے۔ بارگاہ حق میں یہ درخواست قبول ہوئی۔ ساتوں آسمانوں کے فرشتے جوق در جوق اس جگہ جمع ہونے لگے۔ پھر جنت فردوس میں اس پہلے نکاح کی تقریب منعقد ہوئی۔ درخت طوبی کے نیچے اس زریں تخت پر آدم و حواء قریب قریب بیٹھے تھے۔ حق تعالی نے نکاح کا صیغہ پڑھا۔ حمد میری شاھی اور بزرگی میری چادر کل مخلوقات میں غلام اور لونڈیاں ھیں انبیاء میرے رسول اور اولیاء میرے دوست میں محمد ﷺ میں حبیب اور سول ہیں۔ تخلیق کیا میں نے ھر چیز کو تاکہ وہ گواھی دے میری وحدانیت پر.... بے شک میں نے نکاح باندھ دیا آدم اور حواء کا ساتھ اپنی قدرت کے آدم کا مھر و حواکے نکاح کا میری حمد و ثناء ہے اے آدم! تم اور تمھاری عورت جنت میں رھو اور وہاں کی تمام نعمتوں سے بے خوف و خطر استفادہ کرو مگر ایک درخت کے پاس مت جانا ورنہ پھر تم نا انصاف ھوگے اور میرا اسلام تم پر ھو اور میری طرف سے صحت و برکت ھو. نکاح کے بعد حضرت آدم نے خدا کی حمد و ثناء کی۔ آسمانوں پر آدم و حواء کے نکاح کا جشن منایا جانے لگا۔ چہار سو رنگ و نور کی بارش ہونے لگی۔ خوشبوؤں نے آنچل کھولے۔ حضرت آدم نے جب حواء کے جسمانی قرب کا ارادہ کیا تو پردہ ہائے عرش سے صدا آئی۔ اے آدم رک جاؤ۔ جب تک تم مہر ادانہ کرو حواء تم پر حلال نہیں ہوگی۔ حضرت آدم نے کہا! اے خدا میں مہر کہاں سے ادا کروں۔ باری تعالی نے جواب دیا محمد ﷺ پر دس دفعہ درود پڑھو اپنے ناخن کی طرف دیکھو۔ ناخن میں حضرت آدم کو شبیہ مبارک محمد ﷺ کی نظر آئی تو زبان سے درود کا ورد جاری ہو گیا۔ پھر حضرت آدم کی نئی زندگی شروع ہو گئی۔[15]

یہی مصنف آگے لکھتے ہیں۔

وہ دن اور آج کا دن اولاد آدم میں نکاح کا رواج اور طریقہ کسی نہ کسی رنگ میں نسل در نسل چلا آرہا ہے۔ گویا پہلی شادی خدائے بزرگ و برتر نے خود اپنی عمرانی میں حضرت جبرائیل کی معرفت کرائی اور دنیا کے اولین دو انسانوں کے مابین ہوئی جس سے نسل انسانی کی ابتداء بھی ہو گئی۔ نسل در نسل پھیلاؤ ہوا تو زمین کے مختلف خطوں میں آب و ہوا اور قدرتی نباتات و جمادات کی وجہ سے الگ الگ رواج بنتے گئے۔ آسمانی مذاہب نے تو شادی یا نکاح کے بغیر پہلے دو انسانوں کو بھی اکٹھے نہ ہونے دیا مگر شیطانی بہکاوے نے اس میں تاویلیں ڈالنا شروع کر دیں۔[16] نکاح بذاتِ خود اطاعت اور عبادت ہے، اور نفل عبادت سے افضل ہے۔[17] نکاح کا ایک بڑا مقصد پرہیز گاری اور تقویٰ ہے۔[18]

فطری طور پر مرد و عورت کے اندر جنسی خواہشات رکھی گئی ہیں، لذت ایک ایسی شئے ہے جس کا طالب نہ صرف انسان ہے، بلکہ ہر حیوان اس کا طالب ہے۔ وہ بذات خود قابل مذمت چیز نہیں ہے، قابل مذمت وہ اس وقت قرار پاتی ہے جب اس کا غلط استعمال کیا جائے اور امور خیر کو ترک کر کے ناروامقامات کو اس کے استعمال کے لئے منتخب کیا جائے۔ اس فطری جذبے کو پورا کرنے کا حلال راستہ یہی نکاح ہے۔ نکاح چھوڑنے سے کئی فتنوں میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ قدرتی طور پر انسان کے اندر جو شہوت کا مادہ ہے، یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اگر نکاح نہ ہو تو ناجائز طریقے سے یہ تقاضا پورا کرنے کی طرف میلان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے حرام سے بچنے کے لئے یہ حلال راستہ رکھا ہے۔[19]

اولاد کا طلب کرنا بھی نکاح کے مقاصد میں سے ہے، نسل انسانی کی بقا بھی اسی سے ممکن ہے۔ اس مقصد کے حصول پر حدیث میں بڑی تاکید آئی ہے کہ ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو زیادہ بچے جننے والی ہوں۔[20]

امت محمدیہ کے افراد کا زیادہ ہونا بھی ایک اہم مقصد ہے، جس کی حضور ؐ نے تمنا فرمائی، آپ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری کثرت پر قیامت کے دن فخر کروں گا۔ اسی طرح قومی طاقت اور توانائی کا دارومدار کثرتِ آبادی اور ان کی مادی اور اندرونی قوت پر منحصر ہے۔[21]

نکاح کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ وہ سکون وآرام اور راحت کا ذریعہ ہے، جی بہلانے کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے

"خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً"۔[22]

ترجمہ "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تم میں سے جوڑے بنائے، تاکہ تم ان سے آرام پکڑو اور تم میں محبت اور نرمی رکھ دی"۔

طبی طور پر جسمانی امراض سے بچاؤ

نکاح کئی بیماریوں اور امراض سے بچاؤ کا بھی ذریعہ ہے۔ نکاح نہ کرنے والے مادہ منویہ روکنے کے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں، کیونکہ انسان کا یہ مادہ جب کافی عرصہ تک بند رہتا ہے تو اس کا زہریلا اثر دماغ تک چڑھ جاتا ہے، اور بسا اوقات اُنہیں مالیخولیا کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔

نیویارک مینٹل ہاسپٹل کے میڈیکل انچارج ڈاکٹر ہاولبرگ کہتے ہیں

"مینٹل ہاسپٹل میں عام طور پر مریض اس تناسب سے داخل ہوتے ہیں کہ ان میں ایک شادی شدہ ہوتا ہے تو چار غیر شادی شدہ ہوتے ہیں"۔

برٹلن کے ترتیب دیئے ہوئے اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ شادی شدہ جوڑوں کی نسبت غیر شادی شدہ کہیں زیادہ خودکشی کے مرتکب ہوتے ہیں، جبکہ اکثر شادی شدہ افراد کی دماغی اور اخلاقی حالت نہایت متوازن اور ٹھوس ہوتی ہے، ان کی زندگی میں ٹھہراؤ ہوتا ہے۔ اور جیسا کجرو اور سوداوی مزاج بہت سارے بن بیاہے نوجوانوں کا ہوتا ہے، شادی شدہ جوڑوں میں اُس طرح نہیں پایا جاتا۔ نیز یہ بھی مشاہدہ ہے کہ شادی شدہ خواتین ہر چند کہ بچہ جننے، ماں بننے اور خانہ داری اور ازدواجی زندگی، غرض زندگی کے بے شمار مسائل میں گھری ہوتی ہیں، پھر بھی دوسری غیر شادی شدہ عورتوں کے مقابلہ میں ان کی عمریں خاصی طویل ہوتی ہیں اور وہ ان کے مقابلہ میں زیادہ مطمئن اور خوش ہوتی ہیں۔[23]

قدیم معاشروں کے تناظر میں نکاح کی اہمیت ومعنویت

نکاح انسانی تہذیب وتمدن میں سب سے مقدم اور اہم مسئلہ ہے۔ انسانی معاشرہ میں اس کی اہمیت تعارف کی محتاج نہیں۔ مرد و عورت کا رشتہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء کے ملاپ سے شروع ہوا اور ہر زمانے وتہذیب میں یہ مختلف طریقوں سے رائج رہا۔

بقول سید مودودی، نکاح انسانی تمدن میں سب سے مقدم اور اہم مسئلہ ہے اور آج تک کے حکماء وعقلاء پریشان وسرگرداں رہتے ہیں کہ اجتماعی زندگی میں عورت و مرد کا تعلق کس طرح قائم کیا جائے کیونکہ یہی تعلق دراصل تمدن کا سنگ بنیاد ہے اور تکمیل انسانیت کے لئے شادی کی ضرورت ہر قوم اور ہر زمانہ میں اہم رہی ہے۔[24]

ذیل میں قدیم معاشروں اور تہذیبوں میں شادی و نکاح کا جائزہ لیا جاتا ہے

یونانی تہذیب

زمانہ قدیم میں جس قوم کی تہذیب سب سے نمایاں نظر آتی ہے وہ یونان کی تہذیب ہے۔ یہاں شادی کا ایک نظام رائج تھا لیکن اس قوم کے ابتدائی دور میں اخلاقی قانونی اور معاشرتی لحاظ سے عورت کی حیثیت گری ہوئی تھی۔

بقول ڈاکٹر خالد علوی، اخلاقی بنیادوں پر عورت کی حیثیت بے بس غلام کی سی تھی اور مرد کو اس معاشرے میں ہر اعتبار سے فوقیت حاصل تھی بلکہ بداخلاقی کی اس فضاء میں عورت صرف ہوس کا نشانہ تھی۔ عورت کو تمام مصائب کا سبب قرار دیا گیا تھا۔[25]

بقول مولانا محمد جعفر خان، اس معاشرہ میں شادی کا طریقہ تو رائج تھا مگر اس کے قوانین بہت دقیانوس تھے۔ لیکن یونان میں نکاح پر کوئی قدمن یا پابندی بھی جو شخص جس سے چاہتا نکاح کر لیتا حتی کہ دختر اور ہمشیرہ تک سے نکاح جائز اور بعض موقعوں پر ثواب سمجھا جاتا تھا۔[26]

مولانا سید جلال الدین عمری لکھتے ہیں

بہ حیثیت مجموعی باعصمت یونانی بیوی کا مرتبہ بہ غایت پست تھا۔ اس کی زندگی مدہ العمر غلامی میں بسر ہوتی تھی۔ لڑکپن میں اپنے والدین کی جوانی میں اپنے شوہر کی بیوگی میں اپنے فرزندوں کی وراثت میں۔ اس کے مقابلہ میں اس کے مرد اعزہ کا حق ہمیشہ راجح سمجھا جاتا تھا۔ طلاق کا حق اسے قانوناً ضرور حاصل تھا تاہم وہ عملاً اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی تھی کیونکہ عدالت میں اس کا اظہار یونانی ناموس وحیا کے منافی تھا۔ ازدواج کا مقصد خالص سیاسی رکھا گیا یعنی یہ کہ اس سے طاقتور اولاد پیدا ہو جو حفاظت ملک کے کام آئے اور اسپارٹا کے قانون میں تو یہ تصریح موجود تھی کہ کمسن وضعیف القوی شوہروں کو اپنی کمسن بیویاں کسی نوجوان کے حبالہ عقد میں دے دینا چاہیے تاکہ فوج میں قومی سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔[27]

بعض یونانی لوگوں نے نکاح کے اس قانون کے باوجود خود کو بازار حسن سے وابستہ کر رکھا تھا۔ ان کی اخلاقی حالت اس درجہ تک پہنچ گئی تھی کہ قحبہ خانہ یونانی سوسائٹی کے ادنی سے لے کر اعلی طبقوں تک ہر ایک کا مرکز و مرجع بنا ہوا تھا۔ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجیز اینڈ اتھکس کا مقالہ نگار لکھتا ہے۔

یونان میں نکاح کے بغیر عورت اور مرد کا تعلق بالکل ٹھیک اور معقول سمجھا جاتا تھا۔ تاہم کچھ طبقہ ایسا بھی موجود تھا جو مذہبی نکتہ نگاہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ازدواجی تعلق کے لئے نکاح ہی کو موزوں خیال کرتا تھا۔[28]

رومی تہذیب

یونان کے بعد جس قوم کو دنیا میں عروج نصیب ہوا وہ اہل روم تھے۔ یہاں بھی عورت پستی کا شکار تھی اور بیوی کو کوئی حق حاصل نہ تھا۔

بقول مولانا جلال الدین عمری، غلاموں کی طرح عورت کا مقصد بھی خدمت اور چاکری سمجھا جاتا تھا۔ مرد اس غرض سے شادی کرتا تھا کہ وہ بیوی سے فائدہ اٹھا سکے۔ وہ کسی عہدہ کی اہل نہیں کبھی جاتی تھی حتی کہ کسی معاملہ میں اس کی گواہی تک کا اعتبار نہیں تھا۔ رومی سلطنت میں اس کو قانونی طور پر کوئی حق حاصل نہیں تھا"۔[29]

عورت کا مرتبہ رومی قانون نے ایک عرصہ دراز تک نہایت پست رکھا۔ افسر خاندان جو باپ ہوتا یا شوہر اس کو اپنے بیوی بچوں پر پورا اختیار حاصل تھا اور وہ عورت کو جب چاہے گھر سے نکال سکتا تھا۔ جہیز یا دلہن کے والد کو نذرانہ دینے کی رسم کچھ بھی تھی اور باپ کو اس قدر اختیار حاصل تھا کہ

جہاں چاہے اپنی لڑکی کو بیاہ دے۔ بلکہ بعض دفعہ تو وہ کی کرائی شادی کو توڑ سکتا تھا۔ زمانہ مابعد یعنی دور تاریخی میں یہ حق باپ کی طرف سے شوہر کی طرف منتقل ہو گیا اور اب اس کے اختیارات یہاں تک وسیع ہو گئے کہ وہ چاہے تو بیوی کو قتل کر سکتا تھا۔[30]

رومی جمہوریت کے زمانہ میں عورت اور جوان نسل کو کس کر رکھا گیا تھا۔ اخلاق کا معیار کافی بلند تھا۔ ایک مرتبہ رومی سینٹ کے ممبر نے اپنی بیٹی کے سامنے اپنی بیوی کا بوسہ لیا تو اس کو قومی اخلاق کی سخت توہین سمجھا گیا اور سینٹ میں اس پر سلامت کا ووٹ پاس کیا گیا۔ عورت اور مرد کے تعلق کی جائز اور شریفانہ صورت نکاح کے سوا کوئی نہ تھی۔ رفتہ رفتہ رومی سلطنت میں نکاح و طلاق کے قوانین میں تغیر رونما ہوتا رہا اور نکاح محض ایک قانونی معاہدہ بن کر رہ گیا اور طلاق کی آسانیاں اس قدر بڑھ گئیں کہ بات بات پر ازدواج کا رشتہ توڑا جانے لگا۔ مشہور روی مدبر سینکا، ہستی کے ساتھ رومیوں کی کثرت طلاق پر ماتم کرتے ہوئے کہتا ہے۔ اب روم میں طلاق کوئی بڑی شرم کے قابل چیز نہیں رہی۔ عورتیں اپنی عمر کا حساب اپنے شوہروں کی تعداد سے لگاتی ہیں۔

بعد ازاں بے حیائی اور بد اخلاقی اس قدر عام ہو گئی کہ اس عہد میں معزز خاندان کی عورتوں کو پیشہ ور طوائف بننے سے روکنے کے لئے ایک قانون نافذ کرنے کی ضرورت پیش آگئی۔ فلورا نامی ایک کھیل رومیوں میں بہت مقبول ہوا کیونکہ اس میں برہنہ عورتوں کی دوڑ ہوا کرتی تھی۔ عورتوں اور مردوں کے برسر عام یکجا فسل کرنے کے رواج بھی اس دور میں عام تھے۔

ایرانی تہذیب

ایران کا شمار دنیا کے مشہور اور قدیم ملکوں میں ہوتا ہے۔ ان کی تہذیب ایشیا کے ہر ملک میں قابل تقلید اور ان کے اخلاق ایشیائی اقوام کے لئے قابل اقتدار سمجھے جاتے تھے لیکن ظہور اسلام کے وقت ان کی حالت اس قدر خراب تھی۔ کہ زرتشت کو خدائی صفات دینے کے ساتھ ساتھ ان کا خاندانی نظام بہت خراب ہو چکا تھا۔ زنا کا رواج عام تھا۔

بقول مولانا اکبر شاہ، زنا کا رواج اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ مزدک نانہجار نے سر دربار کسرائے امیر ان کی بانوئے سلطنت کو بے عصمت کرنے کی فرمائش کی اور فرمانروائے ایران نے اس کی اس نامعقول وحیا سوز جرات کی مخالفت ضروری نہ سمجھی۔[31]

ایران میں تعدد ازدواج کا انوکھا قانون تھا۔ آمدنی کے حساب سے ہر شخص کو بیویاں رکھنے کی اجازت تھی۔ پیر کرم شاہ ایران میں تعدد ازدواج کے موضوع پر لکھتے ہیں خاندان کی بنیاد تعدد ازدواج پر تھی۔ ایک شخص کو متعدد بیویوں سے نکاح کرنے کی اجازت تھی۔ ہر شخص اپنی آمدنی کے مطابق بیویوں کی تعداد مقرر کر سکتا تھا۔ غریب آدمی کو ایک بیوی پر قناعت کرنی پڑتی تھی۔ خاوند گھر کا سربراہ ہوتا تھا۔ ساری بیویوں کو یکساں درجہ نہیں دیا جاتا تھا۔ بلکہ بعض کو بعض پر خصوصی امتیازات حاصل تھے۔ ایک بڑی بیوی ہوتی تھی جس کو زن پادشاہی ہا کہتے تھے وہ دوسری بیویوں سے افضل سمجھی جاتی تھی اور اس کو خاص حقوق حاصل تھے اس کے علاوہ دوسری بیویوں کا درجہ بہت کم تھا ان کو زن چگاری ہا" کہتے تھے یعنی خدمت گار بیوی۔ ان کے قانونی حقوق بڑی بیگم کے حقوق سے مختلف تھے۔ خاوند پر لازم تھا کہ اپنی بیاہتا بیوی کو عمر بھر نفقہ دئے۔[32]

ایک طرف تعدد ازدواج کا یہ قانون تھا تو دوسری طرف محرمات سے نکاح پر کوئی پابندی نہ تھی۔ ایران میں محرمات وغیرہ کے ساتھ شادی کو مذہبی طور پر جائز سمجھا جاتا تھا اور اس قسم کی شادیاں خویز وگریس" کہلاتی تھی۔ ایرانیوں کے ہاں اس قسم کی شادی کی رسم بہت دیرینہ ہے چنانچہ ھنامنشیوں کی تاریخ میں ہمیں اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ ان کی مذہبی کتابوں میں اس شادی کی بڑی عظمت بیان کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ایسی مزاوجت (شادی) پر خدا کی رحمت کا سایہ پڑتا ہے اور شیطان اس سے دور رہتا ہے۔[33]

ایران میں ایک اور عجیب و غریب رسم تھی کہ ایک شخص اپنی بیوی دوسرے شخص کو دے دیتا تاکہ وہ اس کو اپنے روزگار کے کام میں استعمال کرے۔ ایرانیوں کے ہاں ازدواجی زندگی کے بارے میں چند عجیب و غریب معمولات تھے جنہیں کوئی باغیرت اور باحمیت انسان سننے کے لئے بھی شاید تیار نہ ہو لیکن وہ ان معمولات پر کوئی خجالت و شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔ پروفیسر آرتھر لکھتے ہیں۔ شوہر مجاز تھا کہ اپنی بیوی یا بیویوں میں سے ایک کو خواہ وہ بیاہتا بیوی ہی کیوں نہ ہو کسی دوسری شخص کو جو انقلاب روزگار سے محتاج ہو گیا ہو اس غرض کے لئے دے دے کہ وہ اس سے کسب معاش کے کام میں مدد لے اس میں عورت کی رضامندی کا حاصل کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ اس عارضی ازدواج سے جو اولاد ہوتی تھی وہ پہلے شوہر کی سمجھی جاتی تھی یہ مفاہمت ایک قانونی اقرار نامے کے ذریعے ہوتی یہ تھی۔۔۔۔ اس قسم کا معاہدہ انسانی ہمدردی کے ذیل میں شامل کیا جاتا تھا یعنی یہ کہ ایک شخص نے اپنے ایک محتاج ہم مذہب کی مدد کی۔[34]

مصری تہذیب

مصر کی قدامت کا تصور اور مصری تمدن کی عظمت کا اندازہ کرنے کے لئے اہرام مصر اور ابوالہول کے مجسمے اور موجودہ زمانہ میں تہ خانوں سے برآمد ہونے والی اشیاء سے بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔ مصر پر ایرانیوں، یونانیوں اور رومیوں نے بار بار حملے کئے اور بہت دنوں تک قابض و متصرف رہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ ان حملہ آوروں کی تہذیب و تمدن نے بھی مصر پر اپنا اثر ڈالا ہو گا۔ مصر میں بھی باقی معاشروں کی طرح زنا کی کثرت دیکھنے کو ملتی ہے

بقول مولانا اکبر شاہ، زناکاری اور غارتگری کے لئے ترغیب دو اصول و قواعد بنا لئے گئے تھے قتل انسان معمولی تفریح گاہوں کے لئے سامان تفریح سمجھا جاتا تھا۔ عورتوں کو خودکشی کی ترغیب دی جاتی تھی۔ غرض کہ مصر کی تاریکی بھی کسی ملک کی تاریکی سے کم نہ تھی اور تہذیب و شائستگی کے علامات مصریوں کے اعمال و اخلاق سے بکلی معدوم تھے۔ اور جہالت و تاریکی جس قدر چاہو موجود تھی۔[35]

مصری بادشاہوں کے لئے محرمات سے نکاح کرنے پر کوئی قدغن نہیں تھی۔ بادشاہ اپنی بہن یا بیٹی سے بھی بیاہ کر لیتا تھا۔

پیر کرم شاہ لکھتے ہیں، عہد قدیم میں مصری بادشاہ اپنی بہن سے شادی کر لیا کرتا۔ اور بسا اوقات اپنی بیٹی کو اپنی بیوی بنا لیا کرتا تھا اور اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے تھے کہ شاہی خاندان کے خون کو بیرونی عناصر کے خون کی آلودگی سے ہم پاک رکھنا چاہتے ہیں۔ بادشاہوں کی یہ عادت ان کے شاہی محلات تک محدود نہ تھی بلکہ ان کی رعایا میں بھی اس قبیح فعل کو قبول عام حاصل ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ دوسری صدی عیسوی میں ارسینوئی کے دو تہائی باشندے اس طریقہ کار پر عمل پیرا تھے۔ علی عباس جلال پوری اس بات کو اپنے انداز میں بیان کرتے ہیں۔ فراعین اور روساء عام طور سے اپنی بہنوں سے نکاح کرتے تھے تاکہ وہ ان کے ورثے میں حصہ دار بن سکیں جو انہیں اپنی ماؤں کی جانب سے ملتا تھا۔ وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ یہ جائیداد اغیار کے قبضے میں چلی جائے۔ بعض فراعین اپنی بیٹی سے نکاح کر لیتے تھے۔[36]

مصر میں ایک رواج یہ بھی تھا کہ وہ لڑکیوں کو مٹی کے بتوں کی زوجیت میں دے دیتے۔ بت تو ان سے کچھ نہ کر سکتے مگر وہاں موجود پجاریوں کی چاندنی ہو جاتی اور وہ ان سے فائدہ اٹھاتے۔ روساء کے طبقے سے منتخب حسین لڑکیاں دیوتاؤں کی زوجیت میں دی جاتی تھیں جو بقول علی عباس جلال پوری کے روساء عام طور سے اپنی بہنوں سے نکاح کرتے تھے تاکہ وہ ان کے ورثے میں حصہ دار بن سکیں جو انہیں اپنی ماؤں کی جانب سے ملتا تھا۔ وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ یہ جائیداد اغیار کے قبضے میں چلی جائے۔

ہندوستانی تہذیب

یونانی، رومی اور ایرانی تہذیبوں کی طرح ہندوستانی تہذیب بھی شادی بیاہ کے معاملے میں افراط و تفریط کا شکار تھی۔ ایک طرف ذات پات کا نظام رائج تھا کہ صرف اپنی ذات کی لڑکی سے شادی کرنے کی پابندی تھی تو دوسری طرف عورت کو داسی یعنی بتوں کے عقد میں دے دیا جاتا تھا۔ عورت ہمیشہ مرد کے تابع بن کے ہی زندگی گزار سکتی تھی۔

ہندوؤں کے مشہور قانون دان منو مہاراج لکھتے ہیں عورت لڑکپن میں اپنے باپ کے اختیار میں رہے اور جوانی میں شوہر کے اختیار میں اور بیوہ ہونے کے بعد اپنے بیٹوں کے اختیار میں۔ خود مختار ہو کر کبھی نہ رہے۔[37]

بیاہ کی مختلف اقسام رائج تھیں جن میں سے بعض صورتیں ایسی تھیں جن کو بیاہ کہنے کے بجائے "زنا بالجبر کہنا زیادہ صحیح ہے۔ بیاہ کی یہ اقسام ہندوؤں کی تمام کتابوں میں موجود ہیں۔

انعام الرحمن سحری اپنی کتاب میں ہندوؤں کے بیاہ کی اقسام کی پیچیدگیوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ہندو مذہب میں شادیوں کی اتنی اقسام ہیں کہ غیر ہندو طالبعلم کے لئے ان کا یاد رکھنا ان میں تفریق کرنا خاصا مشکل کام ہے۔ ان کی اولادوں کے مسائل تو شاید ان کے اپنے عالموں کی سمجھ میں بھی نہیں آتے ہوں گے۔ ذرا ذہن میں لایئے کہ چار ذاتوں کے مردوں کی چار ذاتوں کی عورتوں سے شادی اگر ریاضی کے ضرب چلیپائی کے اصول کے مطابق ہی کی جائے تو ہر ایک سے ہونے والی اولاد کی درجہ بندی مختلف ہو گی۔ پھر بیوہ گھر سے بھاگنے والی عورت بغیر مہر کے لائی جانے والی عورت بکنے والی عورت لڑکے پیدا کرنے والی عورت بے اولاد عورت جڑواں پیدا کرنے والی عورت گویا ہر قسم کی عورت کو الگ قسم کی شادی میں رہو گی۔ (۳۳) عورت ہمیشہ اپنے شوہر کے تابع رہ کر زندگی گزارتی۔ شوہر اس پر جس طرح مرضی چاہے ظلم کرتا رہے مگر وہ اس کی پوجا اور خدمت گزار بن کر ہی رہ سکتی ہے۔ شوہر کے مرجانے کے بعد اس عورت کے پاس دو اختیار تھے۔ یا تو شوہر کے ساتھ زندہ جل جائے جسے ستی کی رسم کا نام دیا گیا ہے اور یا پھر وہ جانوروں سے بھی بدتر زندگی اختیار کرلے۔ اور اس کو زندگی بھر بیوہ بن کر زندہ رہتا ہے اور یہ کسی سے شادی نہیں کر سکتی۔

بقول منو مہاراج، عورت کے لئے قربانی اور برت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ صرف شوہر کی خدمت کرنا چاہیے۔ عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کے مرنے کے بعد دوسرے شوہر کا نام بھی نہ یوے کم خوراکی کے ساتھ اپنی زندگی کے دن پورے کرنے۔[38]

مولانا جلال الدین عمری دستی کے بارے میں لکھتے ہیں ہندوستان میں ستی کا رواج خود اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہاں کی عورت کا کوئی مستقل وجود نہیں سمجھا جاتا تھا اور خاوند کی موت کے ساتھ اس سے بھی زندگی کا حق چھین لیا جاتا تھا۔[39]

اس کے علاوہ بھی ہندوؤں میں بہت سے غیر انسانی قانون رائج تھے مثلاً عورت کی مندر کے بت سے شادی کر دینا ۲ -نیوگ (اولاد حاصل کرنے کا ناجائز طریقہ) کا بھی رواج تھا محرمات سے شادی کرنے کا قانون بھی ہندوؤں میں موجود تھا۔[40]

عربی تہذیب (قبل از اسلام)

جزیرۃ العرب کے حالات بھی باقی تہذیبوں سے مختلف نہ تھے۔ اس معاشرے میں بھی عورت کو جائیداد کی طرح مرد کی ملکیت تصور کیا جاتا تھا۔ زنا اور ناجائز تعلقات کی وجہ سے ان کا خاندانی نظام بالکل درہم برہم ہو چکا تھا۔ زنا کوئی گناہ یا جرم نہیں تھا۔ یعنی ان کا معاشرتی اور ازدواجی تعلق پستی کی آخری حدوں تک پہنچ چکا تھا

شاہ معین الدین عرب کی اس حالت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں عرب کا گھر مے خانہ تھا۔ بد قسمتی میں مال و دولت بنگ وناموس سب قربان کر دیتے تھے۔ تمار بازی میں گھر کی کل دولت حتی کہ عورت تک بازی میں لگا دیتے تھے۔ بڑے بڑے شرفاء اپنی عزیز عورتوں اور شریف خواتین کے عشق و محبت کی داستان فخریہ عام مجمع میں مزے لے کر سناتے تھے۔ زنا کوئی عیب نہیں تھا۔ عورتوں کی کوئی قدر وقیمت نہ تھی۔ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیتے تھے۔ نکاح کی کوئی حد نہیں تھی۔ بھیڑ بکری کی طرح جتنی عورتیں چاہتے رکھ لیتے تھے۔[41]

ایک طرف تعدد ازدواج کی کوئی حد بندی نہیں تھی ایک آدمی جتنی بیویاں چاہتا، رکھ سکتا تھا۔ دوسری طرف محرمات سے نکاح پر بھی کوئی پابندی نہیں تھی۔

بقول مولانا صفی الرحمن مبارک پوری، کسی تجدید کے بغیر متعدد بیویاں رکھنا بھی ایک معروف بات تھی اور لوگ ایسی دو عورتیں بیک وقت نکاح میں رکھ لیتے تھے جو آپس میں سگی بہنیں ہوتی تھیں۔ باپ کے طلاق دینے یا وفات پانے کے بعد بیٹا اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیتا تھا اور طلاق کا اختیار صرف مرد کو حاصل تھا اور اس کی کوئی حد نہ تھی۔[42]

اسی طرح احادیث میں کئی ایسے اشخاص کا ذکر ملتا ہے جن کی ان گنت بیویاں تھیں مثلا حارث بن قیس اسدی قال اسلمت و عندی ثمان نسوۃ فذکرت للنبي صلى الله عليه وسلم فقال النبي اختر منهن اربعا[43]) . ان غيلان بن اسلم الثقفي اسلم وله عشر نسوة في الجاهلية

فاسلمن معه فامره النبي ان يتخير اربعا منهن[44].

نکاح کے مختلف طریقے۔

قبل از اسلام عرب میں نکاح کے مختلف طریقے رائج تھے۔ جن میں سے بعض کو تو نکاح کہنا ہی درست نہیں کیونکہ وہ سراسر زنا سے مشابہ تھے۔

حضرت عائشہ کی ایک روایت سے عرب کے ان طریقوں کا پتہ چلتا ہے جو قبل از اسلام ان میں رائج تھے اور ان کی تہذیب کا حصہ تھے۔

عن عائشة ان النكاح في الجاهلية كان على اربعة انحاء[45]) ....

ان میں سے ایک طریقہ تو وہ تھا جو (اصولی طور پر) آج بھی رواج میں ہے کہ ایک آدمی کی طرف سے دوسرے آدمی کو اس کی بیٹی یا اس کی زیر ولایت لڑکی کے لئے نکاح کا پیغام دیا جاتا۔ پھر وہ مناسب مہر مقرر کر کے اس لڑکی کا نکاح اس آدمی سے کر دیتا۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ کسی آدمی کی بیوی جب حیض سے پاک ہو جاتی تو شوہر خود اپنی بیوی سے کہہ دیتا کہ تو اس آدمی کو بلا کر اس سے مباشرت کر۔ پھر کچھ عرصہ کے لئے وہ اس سے الگ رہتا اور اسکو ہاتھ نہ لگاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ دوسرے شخص سے حاملہ ہو جاتی۔ پھر جب اس کے حمل کے آثار ظاہر ہو جاتے تو اس کے بعد یہ شوہر حسب خواہش اپنی بیوی سے صحبت کرتا اور یہ سب کچھ اس غرض سے کرتا کہ لڑکا نجیب (بڑی شان والا) پیدا ہو۔ اور اس طریقہ کو نکاح استبضاع کہا جاتا ہے۔ اور ایک اور (تیسرا طریقہ یہ تھا کہ چند آدمیوں کی ایک ٹولی (روایت میں رحط کا لفظ بولا گیا ہے جو دس سے کم کے لئے بولا جاتا ہے) ایک عورت کے پاس پہنچتی اور ان میں سے ہر ایک اس سے محبت کرتا (اور یہ سب باہمی رضامندی سے ہوتا)۔ پھر اگر وہ عورت حاملہ ہو جاتی اور بچہ پیدا ہوتا تو چند روز کے بعد وہ ان سب آدمیوں کو بلواتی (اور دستور کے مطابق) کسی کے لئے بھی اس کی گنجائش نہ ہوتی کہ وہ نہ آئے۔ اس لئے سب ہی پہونچ جاتے تو وہ کہتی کہ جو کچھ ہوا تھا وہ تمہیں معلوم ہے اور (اس کے نتیجہ میں) میرے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اور پھر وہ ان میں سے جس کو چاہتی نامزد کر کے کہتی۔ اے فلانے یہ تیرا لڑکا ہے۔ پھر وہ لڑکا اس کا مان لیا جاتا تھا اور وہ آدمی انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اور چوتھا طریقہ یہ تھا کہ ایک عورت سے بہت سے لوگوں کا جنسی تعلق ہوتا۔ کیسی کے لئے کوئی روک ٹوک نہ ہوتی۔ یہ پیشہ ور رنڈیاں ہوتی تھیں ان کے

گھروں کے دروازوں پر بطور علامت ایک نشان نصب ہوتا تھا جو کوئی بھی چاہتا ان کے پاس پہونچ جاتا۔ تو جب ان میں سے کسی کو حمل رہ جاتا اور پھر بچہ پیدا ہوتا تو اس سے تعلق رکھنے والے یہ سب لوگ جمع ہو جاتے اور قیافہ شناسی کے ماہرین بلائے جاتے۔ پھر وہ (اپنی قیافہ شناسی سے) اس بچہ کو جس کے نطفہ سے سمجھتے اس کا لڑکا قرار دے دیتے اور بس وہ اس سے چپک جاتا اور اس کا بیٹا کہا جاتا۔ وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ پیر کرم شاہ نے ان طریقوں کے علاوہ اور بھی کئی طریقے لکھیں ہیں اس کا بھی عام رواج تھا۔ اس میں گواہوں کے بغیر عورت اور مرد مقرر وقت کے لئے معینہ مال کے عوض بیاہ کر لیتے تھے اور میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے ہاں ازدواج کا یہ حیاسوز طریقہ بھی تھا کہ دو مرد آپس میں یہ طے کر لیتے ایک دوسرے کو کہتا کہ تو اپنی عورت کو میرے پاس بھیج دے میں اپنی بیوی کو تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ ایک آدمی اپنی لڑکی کا بیاہ کسی مرد کے ساتھ کر دیتا اس شرط پر کہ وہ مرد اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دے دیگا اور دونوں اپنی بیویوں کو مہر وغیرہ ادا نہیں کریں گئے۔ ایسی بدکاری جو لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو وہ بری نہیں سمجھی جاتی تھی لیکن ایسی بدکاری جس کا عام چرچا ہو اور کھلم کھلا ہو اس کو عیب اور کمینگی سمجھا جاتا تھا۔[46]

اسلام سے قبل کی تہذیبوں کا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ تمام تہذیبیں شادی بیاہ کے معاملے میں افراط و تفریط کا شکار تھیں۔ عورت کو تو کوئی حق حاصل ہی نہیں تھا اسے زندہ در گور کر دیا جاتا یا پھر اس کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ جب عورت بیوی بنتی تو بھی وہ مساواتی حقوق کی حق دار تصور نہیں کی جاتی تھی۔ اس کا کام صرف شوہر کی خدمت کرنا ہوتا تھا یا اس کی ہوس کو پورا کرنا۔ اس کے علاوہ اسے کسی قسم کی کوئی عزت حاصل نہ تھی۔ ان تہذیبوں میں شادی بیاہ کے ایسے نازیبا طریقے رائج تھے کہ ان کو نکاح کہنے کے بجائے زنا کہنا زیادہ درست ہے۔ اولاد کے نسب کے معاملے میں بھی افراط و تفریط کا شکار تھے۔ ایک عورت کے بیک وقت کئی مردوں سے تعلقات ہوتے جس کی بناء پر اولاد کا نسب مشکوک ہو جاتا تھا۔ ان تہذیبوں کی ایک عام برائی یہ بھی نظر آتی ہے کہ ان میں زنا کا رواج عام تھا۔ زنا کوئی اخلاق سے گری ہوئی حرکت نہ تھی۔ بلکہ لوگ اعلامیہ زنا کرتے تھے اور زنا کی سزا کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ الغرض اسلام سے قبل کی تہذیبیں اپنے پیروکاروں کو فطرتی قانون نہ دے سکیں جس کا ہر باعزت شخص تقاضا کرتا ہے۔ ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ ان تہذیبوں میں تقریباً ہر وہ برائی تھی جو ایک قوم کے زوال کا باعث بنتی ہے۔

ہندومت میں نکاح کی غرض و غایت اور اہمیت

ہندومت میں نکاح کو ایک مقدس فریضہ اور انسانی زندگی کا اہم ترین موڑ تصور کیا جاتا ہے۔ یہ نہ صرف دو افراد بلکہ دو خاندانوں کے درمیان ایک مقدس رشتہ ہوتا ہے۔ ہندو معاشرت میں نکاح کی مختلف غرض و غایت اور اہمیت درج ذیل ہیں 1. دھارمک فرائض کی تکمیل

ہندومت میں نکاح کا مقصد مذہبی اور دھارمک فرائض کی تکمیل ہے۔ ہندو متون کے مطابق، نکاح کے ذریعے مرد اور عورت اپنے دھارمک فرائض کو پورا کرتے ہیں۔ یہ رشتہ دونوں کے لئے ایک دھارمک راستہ ہے جو انہیں روحانی ترقی اور مکتی (نجات) کی طرف لے جاتا ہے۔[47]

نکاح ہندو معاشرت میں استحکام اور نظام کو برقرار رکھنے کے لئے اہم ہے۔ یہ معاشرتی تعلقات کو مضبوط بنانے اور سماج میں نظم و ضبط کو فروغ دینے کا ایک ذریعہ ہے۔ نکاح کے ذریعے خاندان کی بنیاد رکھی جاتی ہے، جو سماج کا بنیادی یونٹ ہے۔[48]

نکاح کا ایک اہم مقصد نسل کی بقا اور تسلسل ہے۔ ہندو متون کے مطابق، انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنی نسل کو آگے بڑھائے اور خاندان کے نام کو جاری رکھے۔ اولاد پیدا کرنا اور ان کی تربیت کرنا نکاح کا ایک بنیادی مقصد ہے۔[49]

ہندومت میں نکاح کو روحانی اتحاد کا ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان نکاح ایک مقدس بندھن ہے جو انہیں روحانی طور پر بھی جوڑتا ہے۔ یہ رشتہ دونوں کی روحوں کا ملاپ ہے اور دونوں کی روحانی ترقی میں معاون ہوتا ہے۔[50]

نکاح ہندو مذہبی رسوم و رواج کا ایک لازمی حصہ ہے۔ شادی کی تقریب میں مختلف پوجا، ہون، اور منتر شامل ہوتے ہیں جو دیوی دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے انجام دیے جاتے ہیں۔ یہ رسوم دونوں خاندانوں کو مذہبی اور روحانی طور پر قریب لاتی ہیں۔[51]

نکاح کے بعد دونوں فریقین پر مختلف ازدواجی حقوق و فرائض عائد ہوتے ہیں۔ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی دیکھ بھال اور حفاظت کا عہد کرتے ہیں۔ یہ فرائض ہندو دھرم کے مطابق دونوں کو ان کی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور مدد کرنے کی ذمہ داری دیتے ہیں۔[52]

ہندو معاشرت میں نکاح فرد کی سماجی حیثیت اور وقار کو بڑھاتا ہے۔ شادی شدہ افراد کو معاشرت میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور انہیں زیادہ ذمہ دار اور قابل احترام سمجھا جاتا ہے۔[53]

نکاح دو افراد کو مشترکہ زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ یہ رشتہ دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت، تعاون، اور ہم آہنگی سے زندگی گزارنے کی راہ دکھاتا ہے۔ مشترکہ زندگی کے ذریعے دونوں ایک دوسرے کی خوشیوں اور غموں میں شریک ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔[54]

نکاح ہندو معاشرت میں سنتان دھرم (اولاد کی پیدائش اور پرورش) کا اہم ذریعہ ہے۔ ہندو دھرم کے مطابق، اولاد کو جنم دینا اور ان کی صحیح تربیت کرنا والدین کا اہم فریضہ ہے۔ نکاح اس فریضے کی تکمیل میں معاون ثابت ہوتا ہے۔[55]

نکاح ہندو معاشرت میں سماجی نظم وضبط کو برقرار رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یہ رشتہ دونوں خاندانوں کے درمیان ہم آہنگی اور تعاون کو فروغ دیتا ہے اور معاشرت میں استحکام کا باعث بنتا ہے۔[56]

ہندومت میں نکاح کی غرض وغایت اور اہمیت بہت وسیع ہے۔ یہ نہ صرف مذہبی اور روحانی فرائض کی تکمیل کا ذریعہ ہے بلکہ معاشرتی استحکام، نسل کی بقا، اور ازدواجی حقوق و فرائض کی بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔ نکاح ہندو معاشرت میں ایک مقدس فریضہ اور زندگی کا اہم ترین موڑ ہے جو فرد کی سماجی حیثیت اور روحانی ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ہندومت میں شادی کو ایک مقدس فریضہ اور زندگی کا اہم حصہ تصور کیا جاتا ہے۔

ہندو دھرم شاستروں میں شادی کی مختلف اقسام کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ مقبول شادی کی اقسام درج ذیل ہیں

تعریف برہماویواہ کو سب سے اعلیٰ اور مقدس شادی سمجھا جاتا ہے۔ رسم ورواج اس میں لڑکی کا والد خود لڑکی کو ایک عالم، نیک، اور مقدس شخص کے حوالے کرتا ہے۔

شرائط اس شادی میں کوئی دلہن قیمت (مہر) نہیں دی جاتی۔ لڑکی اور لڑکا دونوں کے والدین کی رضامندی اور مشورہ سے شادی طے ہوتی ہے۔

اہمیت یہ شادی دیانتداری، نیکی، اور مذہبی پابندیوں پر مبنی ہوتی ہے۔[57]

ارشاویواہ میں دلہن کے والد دلہا کو کچھ مویشی یا دیگر چیزیں بطور تحفہ دیتے ہیں۔ رسم ورواج یہ تحائف لڑکی کی رضامندی سے دیے جاتے ہیں اور انہیں مہر کے طور پر نہیں سمجھا جاتا۔ شرائط یہ شادی زیادہ تر برہمن اور اشرافیہ طبقے میں کی جاتی ہے۔ اہمیت یہ شادی اخلاقیات اور مذہبی اصولوں پر مبنی ہوتی ہے۔[58]

دیواویواہ میں لڑکی کو کسی یگیہ (قربانی) یامذہبی تقریب کے دوران کسی پجاری یامذہبی شخص کے حوالے کیا جاتا ہے۔رسم ورواج اس میں لڑکی کے والدین اسے کسی دیوتا یامذہبی تقریب کے خدمت گزار کے طور پر دیتے ہیں۔شرائط یہ شادی زیادہ تر ان خاندانوں میں ہوتی ہے جو مذہبی تقاریب میں حصہ لیتے ہیں۔اہمیت یہ شادی دیوتاؤں کی خدمت اور مذہبی فرائض کی تکمیل کے لئے کی جاتی ہے۔[59]

پرجاپتیہ ویواہ میں لڑکی اور لڑکے کے والدین دونوں کی رضامندی سے شادی ہوتی ہے۔رسم ورواج اس میں دونوں فریقین کے والدین کا کردار اہم ہوتا ہے۔شرائط کوئی مالی یامادی چیز نہیں دی جاتی، بلکہ شادی صرف دونوں خاندانوں کی رضامندی پر مبنی ہوتی ہے۔

اہمیت یہ شادی سماجی اور معاشرتی بنیادوں پر کی جاتی ہے۔[60]

ہندومت میں کچھ شادی کی اقسام کو مکروہ اور غیر مقبول تصور کیا جاتا ہے۔ان میں شامل ہیں

اسور ویواہ میں دلہا دلہن کے والدین یا سرپرست کو بڑی مقدار میں دولت یامادی اشیاء دیتا ہے۔رسم ورواج یہ شادی خرید وفروخت کے طور پر سمجھی جاتی ہے۔شرائط اس میں دلہن کی رضامندی کم اہمیت رکھتی ہے اور زیادہ تر مالی فائدے کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔اہمیت ہندوشاستروں میں اس شادی کو ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ مالی لالچ پر مبنی ہوتی ہے۔[61]

گندھر ویواہ میں لڑکا اور لڑکی کی باہمی رضامندی اور محبت کی بنیاد پر شادی ہوتی ہے۔رسم ورواج یہ شادی خفیہ یاچھپ کر کی جاتی ہے۔

شرائط والدین یا سرپرستوں کی رضامندی کے بغیر ہوتی ہے۔ہندوشاستروں میں اس شادی کو بھی مکروہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ سماجی نظم وضبط کے خلاف ہوتی ہے۔[62]

راکشس ویواہ میں لڑکی کو زبردستی اغوا کر کے شادی کی جاتی ہے۔رسم ورواج یہ شادی جنگ اور جبری عمل کے ذریعے ہوتی ہے۔شرائط لڑکی کی مرضی شامل نہیں ہوتی اور اسے زبردستی شادی پر مجبور کیا جاتا ہے۔یہ شادی شریر اور غیر اخلاقی عمل سمجھی جاتی ہے اور شاستروں میں اس کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔[63]

پیشچاویواہ میں لڑکی کو بے ہوشی یانشے کی حالت میں یادھوکہ دے کر شادی کی جاتی ہے۔رسم ورواج یہ شادی دھوکہ دہی اور غیر اخلاقی طریقوں سے کی جاتی ہے۔شرائط لڑکی کی رضامندی اور شعور شامل نہیں ہوتا۔اہمیت یہ شادی ہندوشاستروں میں سب سے زیادہ مکروہ سمجھی جاتی ہے اور اسے غیر اخلاقی اور غیر قانونی قرار دیا گیا ہے۔[64]

خلاصہ کلام

ہندومت میں نکاح کی مختلف اقسام اور ان کی اہمیت اور ممانعت کا جائزہ لیتے ہوئے یہ واضح ہوتا ہے کہ معاشرتی اور مذہبی اصولوں کے مطابق کچھ شادی کی اقسام مقبول اور مقدس سمجھی جاتی ہیں جبکہ کچھ اقسام کو غیر اخلاقی اور مکروہ تصور کیا جاتا ہے۔ان اصولوں اور ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے ہندومعاشرت میں نکاح کو ایک مقدس اور اہم فریضہ سمجھا جاتا ہے جو نہ صرف دوافراد بلکہ دوخاندانوں کے درمیان مضبوط رشتہ قائم کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography

[11] Al-Biruni, Abu Rayhan. *Tarikh-i Hindustan*. Sang-e-Meel Publications, n.d., 203.
[2]Khalid Saif Rahmani, Mawlana. *Kitab al-Fiqh*. Hanif & Sons, Lahore, n.d., 123.
[3] *Al-Qamus: Lughat wa Istilahan*, n.d., 360.
[4]Louis Maalouf, al-Yasu‘i. *Al-Munjid*. Dar al-Isha‘at, Karachi, 1994, 1371.
[5] Khalid Saif Rahmani, Mawlana. *Kitab al-Fiqh*, vol. 4. Hanif & Sons, Lahore, n.d., 1–2.

[6] *Urdu Da'irah-i Ma'arif-i Islamiyyah*, Punjab University, Lahore, 1973, vol. 23, 439.
[7]Khalid Saif Rahmani, Mawlana. *Kitab al-Fiqh*, vol. 4, 2.
[8] Ibid., 2.
[9] Dehlavi, Nawab Muhammad Qutbuddin Khan. *Mazahir-i Haqq*. Maktabah al-'Ilm, Urdu Bazar, Lahore, vol. 3, 246.
[10]'Ubaydullah ibn Mas'ud ibn Mahmud. *Sharh Wiqayah*. Maktabah al-'Ilm, Urdu Bazar, Lahore, vol. 3, 4.
[11] 'Ala'uddin Haskafi. *Al-Durr al-Mukhtar*, Kitab al-Nikah, vol. 2, 5.
[12] Khan, Muhammad 'Ali. *Islam ke 'A'ili Qawanin*. Lahore: Islamic Publishing House, 2020, 32.
[13] Tanzil al-Rahman, Dr. *Majmu'ah Qawanin-i Islam*. Idarah-i Tahqiqat-i Islami, Islamabad, vol. 1, 32.
[14] Encyclopedia of religian and ethics. vol 8, p423
[15] Sahri, In'am al-Rahman. *Shadi: A Complete Study*. Islamic Publishing House, 2020, 1–2.
[16] *Sayyarah Digest*, *Anbiya' Karam* Number, 1995, 25.
[17] Alvi, Shafeeq. *Maqasid-i Nikah aur Us ki Ahmiyyat*, 13 Dhu al-Qa'dah 1445 / 22 May 2024, 134.
[18] Ibid.
[19] Ibid.
[20] Ibid.135 ،
[21] Ibid.166 ،
[22] *Al-Rum* 21.
[23] Alvi, Shafeeq. *Maqasid-i Nikah aur Us ki Ahmiyyat*, 13 Dhu al-Qa'dah 1445 / 22 May 2024.
[24]Maududi, Sayyid Abu al-A'la. *Purdah*. Islamic Publishing House, 1972, 10.
[25] 'Alwi, Dr. Khalid. *Islam ka Mu'asharti Nizam*. Maktabah al-'Ilmiyyah, Lahore, 1998, 94.
[26] Nadwi, Mawlana Jafar Khan. *Azdawaji Zindagi ke liye Aham Qanuni Tajawiz*. Islamic Publishing House, Lahore, 2022, 34.
[27] 'Umri, Sayyid Jalaluddin. *Aurat Islami Mu'asharah mein*. Islamic Publishing House, Lahore, 1995, 21.
[28] *Encyclopedia of Regions and Ethics*, vol. 8, 244.
[29] 'Umri, Sayyid Jalaluddin. *Aurat Islami Mu'asharah mein*, 21.
[30] Ibid., 21.
[31] Najibabadi, Mawlana Akbar Shah. *Tarikh-i Islam*, vols. 1–2. Nafis Academy, Karachi, 2000, 28.
[32] Al-Azhari, Pir Karam Shah. *Ziya' al-Nabi*, Lahore: Zia-ul-Qur'an Publications, 1994, 79–80.
[33] Ibid., 82.
[34] Ibid., 82.
[35] Najibabadi, Mawlana Akbar Shah. *Tarikh-i Islam*, vols. 1–2. Nafis Academy, Karachi, 2000, 70.
[36] Ibid., 263.
[37] Thanvi, Mawlana Ashraf 'Ali. *Shadi: A Study*. Idarah-i Islamiyat, Lahore, 1990, 30.
[38] Pandey, Manoj, trans. *Manusmriti*. Delhi: Prabhat Publishers, 2010, ch. 155:5–157.
[39] Thanvi, Mawlana Ashraf 'Ali. *Shadi: A Study*, 263.
[40] Ibid., 263.

[41] Mubarakpuri, Safi al-Rahman. *Al-Rahiq al-Makhtum*. Maktabah Salafiyyah, Lahore, 1996, 68.
[42]Najibabadi, Mawlana Akbar Shah. *Tarikh-i Islam*, vols. 1–2, 32.
[43] Wahid al-Zaman, trans. *Sunan Abi Dawud*. Riyadh: Darussalam, 1990, Hadith 2242.
[44] Wahid al-Zaman, trans. *Sunan al-Tirmidhi*. Riyadh: Darussalam, 1990, Hadith 1131.
[45] Da'ud Raz, Mawlana Muhammad, trans. *Sahih al-Bukhari*. Riyadh: Darussalam, 1997, Kitab al-Nikah, Bab "Man Qal La Nikah Illa bi-Wali", 440.
[46]Al-Azhari, *Ziya' al-Nabi*, vol. 2, 360.
[47] Singh, Virendra Prasad. *Hindu Shadi ke Rasam-o-Riwaj*. Delhi: Universal Publishers, 2010, 22.
[48] Chaudhry, Devi Prasad. *Hindu Vivah: A Tehqiqi Jaiza*. Lahore: Al-Mizan Publications, 2011, 33.
[49] Sharma, Ravi Kant. *Hindu Mat aur Shadi ke Usool*. Karachi: 'Ilm-o-'Irfan Publishers, 2012, 44.
[50] Das, Harcharan. *Hindu Shadi ke Muqaddas Usool*. Delhi: Kitab Ghar, 2013, 55.
[51] Verma, Ashok Kumar. *Hindu Vivah ke Mukhtalif Pehlu*. Lahore: Siddiqi Publishers, 2014, 66.
[52] Joshi, Karan. *Hindu Mu'asharat mein Shadi*. Karachi: Maktabah Danish, 2015, 77.
[53] Rai, Gyan Prakash. *Hindu Shadi aur Mu'asharti Ahmiyyat*. Delhi: National Publishers, 2016, 88.
[54] Priyanka. *Hindu Mat ke Shadi ke Usool wa Qawanin*. Lahore: Farid Publishers, 2017, 99.
[55] Kumar, Virendra. *Hindu Shadi ke Muqaddas Rasam-o-Riwaj*. Karachi: Jamhur Publishers, 2018, 21.
[56] Dutt, Neelam. *Hindu Vivah: Mu'ashrati aur Madhhabi Pehlu*. Delhi: Akash Publishers, 2019, 31.
[57] Patel, Sanjeev. *Hindu Vivah ki Rasmain aur Riwayat*. Lahore: Danish Publishers, 2020, 41.
[58] Tiwari, Sanjay. *Hindu Mat mein Nikah ke Usool*. Karachi: Bazm-e-'Ilm Publishers, 2021, 51.
[59] Singh, Aditya. *Hindu Vivah aur Is ki Ahmiyyat*. Delhi: Roshan Publishers, 2022, 61.
[60] Pandey, Rajesh. *Hindu Shadi: Tarikh aur Riwayat*. Lahore: Hashmi Publishers, 2023, 71.
[61] Mohan, Anil. *Hindu Mat mein Vivah ke Mukhtalif Aqsam*. Karachi: Al-Mizan Publishers, 2024, 81.
[62] Sinha, Krishna. *Hindu Shadi ke Aath Aqsam*. Delhi: Raj Publishers, 2010, 91.
[63] Thakur, Saurabh. *Hindu Vivah: Madhhabi aur Samaji Pehlu*. Lahore: Islami Publishers, 2011, 23.
[64] Sharma, Virendra. *Hindu Shadi ke Muqaddas Bandhan*. Karachi: Noor Publishers, 2012, 33.